ہر جماعت جلد سے جلد تحریک جدید کے وعدوں کی فہرست مکمل کرے اور فوراً مرکز میں بھجوائے۔

(فرمودہ 28/جنوری 1955ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

"تحریک جدید کے نئے سال کا اعلان کئے ہوئے دو ماہ بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ عرصہ ہو چکا ہے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ گو وعدوں کا وقت ختم ہونے کے قریب آ رہا ہے پھر بھی وعدوں کی رفتار سُست ہے۔ ابھی تک اس دو ماہ سے زائد عرصہ میں جو زائد وعدے وصول ہوئے ہیں وہ گزشتہ سال کے وعدوں کی نسبت ساٹھ فیصدی ہیں بلکہ اس سے بھی کم ہیں۔ پھر سب سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ بعض جماعتیں جو گزشتہ سالوں میں ہمیشہ اول رہی ہیں وہ بھی اس دفعہ بہت سُست چل رہی ہیں۔ میرے نزدیک اس کی زیادہ تر ذمہ داری تحریک جدید کے دفتر پر ہے۔ دفتر کا تمام عملہ نیا ہے۔ پرانے لوگوں کو اِدھر اُدھر کر دیا گیا ہے۔ اس لئے وہ جماعتوں کی صحیح طور پر راہ نمائی نہیں کرتے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ میں پوچھتا کچھ ہوں اور جواب کچھ ہوتا ہے۔ یا میرے سوال کے جواب میں وہ بالکل چپ ہو جاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ

ان میں کام کی وہ قابلیت نہیں جو ہونی چاہیے۔مگر بہر حال باہر کی جماعتوں پر بھی اس کی بہت سی ذمہ داری ہے اس لئے کہ وعدوں کے بھجوانے کا وقت ختم ہونے کے قریب آ گیا ہے۔

پس میں پھر ایک بار جماعتوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور جلد سے جلد وعدے لے کر مرکز میں بھجوائیں۔بعض جماعتوں کے متعلق تو میری سمجھ میں نہیں آیا کہ ان کی سُستی اور غفلت کی وجہ کیا ہے۔مثلاً کراچی کی جماعت ہے۔پہلے وہ ہمیشہ وعدے بھجوانے میں چُست رہی ہے۔اس سال اعلان کے بعد بھی وعدے لینے کی کوشش کرتی رہی ہے اور یہاں جلسہ سالانہ پر آ کر بھی انہوں نے کافی تگ ودو کی اور ملاقات کے موقع پر انہوں نے بتایا کہ بارہ ہزار روپیہ کے مزید وعدے لئے گئے ہیں لیکن دفتر بتاتا ہے کہ باوجود اس کے کہ انہیں خط بھی لکھا گیا ہے انہوں نے ایک مہینہ سے فہرست نہیں بھجوائی۔جماعت کا خیال تھا کہ جماعت کراچی کے اس سال کے وعدے گزشتہ سال سے زیادہ ہوں گے لیکن ابھی وہ گزشتہ سال کے نصف پر رُکے ہوئے ہیں اور اتنی دیر کے بعد بھی انہوں نے کوئی اطلاع نہیں دی۔ان کا انتظام بھی نیا ہے۔پرانے سیکرٹری ریٹائرڈ ہو چکے ہیں اور نئے سیکرٹری صاحب معلوم ہوتا ہے پورے تجربہ کار نہیں۔نہ دفتر کی خط وکتابت کا کوئی اثر ہوا ہے نہ وقت کی نزاکت کا۔انسانی طبائع دو قسم کی ہوتی ہیں۔بعض لوگ چھوٹی سی تنبیہہ پر ہوشیار ہو جاتے ہیں۔اور بعض کہتے ہیں کہ یہ جو کچھ کہتے ہیں کہنے دو ہم نے تو اپنی مرضی کے مطابق ہی کام کرنا ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ جماعت کراچی کے نئے سیکرٹری صاحب انہی لوگوں میں سے ہیں جن میں یہ حس ہی نہیں کہ ان سے کیا مانگا جاتا ہے یا ان سے کیا سوال کیا جاتا ہے اور انہیں کیا جواب دینا چاہیے۔چونکہ جماعت کراچی گزشتہ سالوں میں ایک نمونہ رہی ہے اس لئے میں نے خاص طور پر اس کا ذکر کیا ہے۔ورنہ لاہور باوجود اپنے جواں سال امیر کے بہت ہی پیچھے ہے۔اسی طرح اور کئی جماعتیں ہیں۔

بہر حال اس سال جماعت نے وعدے بھجوانے میں بہت سستی سے کام لیا ہے۔لیکن جہاں تک ہم دیکھتے ہیں جماعت کے اخلاص میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔بلکہ جماعت اخلاص میں روز بروز ترقی کر رہی ہے اور جب بھی اسے کسی کام کے لئے بیدار کیا جائے اس کے افراد بیدار ہو جاتے ہیں۔اس کے معنے یہ ہیں کہ جو بھی خرابی ہوتی ہے وہ یا تو مرکزی دفتر کے عملہ سے ہوتی ہے

اور یا مقامی جماعت کے عملہ سے ہوتی ہے۔

مجھے بتایا گیا ہے اور میں نہیں جانتا کہ یہ بات ٹھیک ہے یا غلط۔ مجھے ان دنوں تحریک کے مرکزی دفتر پر زیادہ اعتبار نہیں کہ زیادہ کمزوری بڑے شہروں کی جماعتوں میں ہے۔ان میں تحریک جدید کے وعدوں کی طرف توجہ کم ہے۔شاید انہوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم سارے وقت میں وعدے اکٹھا کرتے رہیں گے اور پھر آخر میں مرکز میں بھیج دیں گے۔ حالانکہ وقت کے آخر میں آ کر کام اس قدر اکٹھا ہو جاتا ہے کہ اسے وقت مقررہ میں پورا کرنا قریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔اگر جماعتیں کام کو ٹکڑوں میں تقسیم کر کے سرانجام دیں تو ان کے لئے کام میں بہت سہولت پیدا ہو جاتی ہے، ان کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے اور ذمہ داری مرکز پر آ پڑتی ہے۔مثلاً اگر کسی جماعت نے ساٹھ ہزار کا وعدہ کیا ہے تو وہ تھوڑے سے تھوڑے وقفہ کے بعد دس دس بیس بیس ہزار روپیہ کے وعدے بھجواتے جائیں۔اس طرح کام ہلکا ہوتا چلا جائے گا۔لیکن اگر جماعت خیال کرے کہ میعاد کے آخر میں وہ تمام وعدے اکٹھے کر کے مرکز کو بھجوا دے گی تو میعاد کے آخری دنوں میں کام اس قدر زیادہ ہوگا کہ اس کا ترتیب دینا مشکل ہوگا۔ادھر تبلیغ کا کام خدا تعالیٰ کے فضل سے روز بروز ترقی کرتا جاتا ہے اور نئے نئے علاقوں سے مبلغین کی مانگ آ رہی ہے۔لوگ اس بات کا مطالبہ کر رہے ہیں کہ ان کے پاس مبلغ بھیجے جائیں اور اِس طرح اسلام کی آواز ان تک پہنچائی جائے۔ہم اس بات پر غور کر رہے ہیں کہ تبلیغ کی سکیم میں اس قسم کی تبدیلی کی جائے کہ موجودہ خرچ میں ہی کام کو آگے پھیلایا جا سکے۔

اس وقت تک ہماری یہ رائے ہے کہ نئے مشن کھولنے کی بجائے پرانے مشنوں کو زیادہ مضبوط کیا جائے۔ان کے کام کو صحیح طریق پر ڈھالا جائے اور انہیں پہلے سے زیادہ مالی مدد دی جائے۔ جب وہ مشن اپنا بوجھ اٹھالیں تو نئے مشن کھولے جائیں۔پچھلے دَور میں یہ ہوتا تھا کہ جونہی کسی ملک سے مبلغ کے لئے آواز آتی۔ ہماری کوشش یہ ہوتی تھی کہ ہم اُس کی آواز کو سنیں اور اُس کا جواب دیں۔اس کے نتیجہ میں بعض مشنوں نے تو اپنا بوجھ آپ اٹھا لیا لیکن بعض مشن ایسے تھے جو اپنا بوجھ آپ نہیں اٹھا سکے اور ان کا بوجھ روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ پھر انسانی طبائع مختلف ہوتی ہیں۔بعض مبلغ ایسے ہوتے ہیں جو نظم کے عادی ہوتے ہیں وہ مرکز کی ہدایات کے مطابق کام

کرتے ہیں۔اور بعض مبلغ ایسے ہوتے ہیں جو مرکز کو ڈراتے رہتے ہیں کہ ہمیں یہ دے دو، وہ دے دو، ہمیں فلاں چیز بھیج دو اور اس طرح وہ سمجھتے ہیں کہ مرکز گھبراہٹ میں ان کے حسبِ منشا کام کر دے گا۔ جو مبلغ نظم کے عادی ہوتے ہیں اور نظامِ سلسلہ کے پابند ہوتے ہیں میں نے دیکھا ہے کہ وہی مبلغ اپنے کام میں کامیاب ہوتے ہیں۔اور جن کو یہ اصرار ہوتا ہے کہ ان کی ہر بات کو مان لیا جائے میں نے دیکھا ہے کہ وہ سالہا سال تک ایک ملک میں رہ کر آجاتے ہیں لیکن ڈھاک1 کے وہی تین پات والا معاملہ ہوتا ہے۔ میں نے بتایا ہے کہ ہم اس بات پر غور کر رہے ہیں کہ تبلیغ کے نظام میں اس قسم کی مناسب تبدیلی کر دی جائے جس سے موجودہ خرچ میں ہی کام وسیع کیا جا سکے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ چندہ میں ہر سال زیادتی نہ ہو۔اس طرح تو ہمارا قدم رک جائے گا۔ اور جماعت کی ترقی رک جائے گی۔گو ہماری کوشش ہوگی کہ بجٹ کو اس طور پر نہ بڑھایا جائے کہ وہ جماعت کی طاقت سے باہر ہو جائے۔لیکن اس تبدیلی میں کچھ دن لگیں گے۔اول تو یہ بات لازمی ہوگی کہ پہلے مشن کو قائم رکھا جائے اور اسے پہلے سے زیادہ مضبوط کیا جائے۔اور اس سے بہرحال اخراجات میں زیادتی ہوگی۔لیکن یہ ضرور دیکھا جائے گا کہ اخراجات میں پہلے کی رفتار سے زیادتی نہ ہو۔ پہلے یہ ہوتا تھا کہ ایک سو کی آمد ہوئی تو اگلے سال کے خرچ کا اندازہ -/175 یا -/200 تک ہو گیا۔لیکن اب ہماری یہ سکیم ہے کہ اخراجات بے شک بڑھیں لیکن یہ بڑھوتی اِس طرح کی ہو کہ گزشتہ سال مثلاً آمد ایک سو ہے تو اگلے سال اخراجات کا اندازہ -/105 ہو جائے۔ بڑھوتی بہرحال ہوگی۔

پھر اس کے مقابلہ میں یقیناً ہماری آمد بھی زیادہ ہوگی۔اگر جماعت ہر سال بڑھتی رہے، اگر اس کی اقتصادی حالت ہر سال اچھی ہوتی رہے اور اگر جماعت کا زمیندار اور صنّاع پہلے کی نسبت زیادہ ہوشیار ہوتا جائے تو آمد بہرحال بڑھے گی۔اور اگر جماعت کے ہر سال بڑھنے کے باوجود ہمارا چندہ نہ بڑھے، اگر باوجود اس کے کہ ملازمتوں میں ہر سال ترقی ہو، صناع اور زمیندار ہر سال اپنی حالت کو بہتر بناتے جائیں ہماری چندہ کی حالت پہلے کی طرح رہے تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ جماعت کا نظم کمزور ہے اور اسکی ذہنیت گر گئی ہے۔پس چندہ بھی ہر سال بڑھتا رہے گا اور اخراجات بھی بڑھتے رہیں گے۔لیکن ہم ایسا انتظام کرنے کی فکر میں ہیں کہ اخراجات میں

یکدم ایسی زیادتی نہ ہو جو نا قابلِ برداشت ہو۔ حتی الوسع نئے مشن اُس وقت تک نہ کھولے جائیں جب تک کہ پہلے مشن اپنا بوجھ خود نہ اٹھالیں۔ ہم نے ابھی اس قسم کا کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا کہ ہم بالکل نیا مشن نہیں کھولیں گے۔ لیکن یہ ضرور ہوگا کہ اگر پہلے ہم نے سات مشن کھولے تھے تو اب ایک کھولیں گے۔ اور یہ طریق اس وقت تک جاری رہے گا جب تک پہلے مشن مضبوط نہ ہو جائیں اور جماعت کی مالی حالت بہت بہتر نہ ہو جائے۔ لیکن بعض اخراجات میں کمی نہیں کی جاسکتی۔ اور اگر ہم ان میں کوئی کمی کریں گے تو ہمارا کام پندرہ بیس سال دُور جا پڑے گا اور اس طرح جماعت کو بہت زیادہ نقصان ہوگا۔ مثلاً نئے مشنری تیار کرنے پر جو خرچ ہوتا ہے اس میں کمی نہیں کی جاسکتی۔ اگر ہم اس میں کمی کریں تو اس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ جب جماعتیں بڑھیں گی اور آدمی مانگیں گی تو ہم انہیں وقت پر آدمی مہیا نہیں کرسکیں گے۔ ہماری مالی حالت بے شک اچھی ہوگی لیکن ہمارے پاس نفری نہیں ہوگی کیونکہ اخراجات میں کمی کرنے کی وجہ سے مبلغین کی تیاری میں ایک لمبا وقفہ پڑ گیا ہوگا۔ پڑھائی کے لحاظ سے دیکھ لو اس پر سات سال کا عرصہ لگ جاتا ہے۔ پھر ہم نے پڑھائی کے عرصہ کو ہی نہیں دیکھنا بلکہ جماعت میں نئی روح پیدا کر کے طلباء مہیا کرنا ہے اور نئی روح پیدا کرنے پر بھی چھ سات سال لگ جاتے ہیں اور اس طرح وقفہ کے بعد پہلے نئے مبلغ کے تیار ہونے میں تیرہ چودہ سال کا وقفہ پڑ جاتا ہے۔ اس لئے مبلغ ہمیں بہرحال تیار کرتے رہنا ہوگا۔ اس میں کمی نہیں کی جاسکتی۔ یہ سلسلہ چلتا چلا جائے گا۔

صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید سے جو غلطی ہوئی ہے وہ یہی ہے کہ وہ مبلغ تو بناتے ہیں لیکن جب اُن کو وقفہ میں نہیں کھپا سکتے تو مبلغ پیدا کرنے میں سُستی کرنے لگ جاتے ہیں۔ لیکن میری تجویز یہ ہے کہ جو طالب علم مبلغین کلاس پاس کرلیں انہیں تبلیغ کے کام پر لگانے سے پہلے تین تین ماہ کے لئے کم سے کم چار دفاتر میں کام کرنے کا موقع دیا جائے۔ مثلاً تین ماہ وہ بیت المال میں کام کریں۔ تین ماہ نظارت امورِ عامہ میں کام کریں۔ تین ماہ دعوت و تبلیغ میں کام کریں۔ تین ماہ کسی اَور دفتر میں کام کریں۔ اور اگر آدمی زیادہ ہو جائیں تو اس ایک سال کے عرصہ کو دو سال تک بڑھا دیا جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کا ذہن صرف مولویت تک محدود نہیں رہے گا۔ بلکہ صحابہ کرامؓ کی طرح ان کے اندر دفتری کاموں، تجارت، صنعت اور زراعت، سیاست، اقتصاد، معاشرت پر

غور کرنے کی عادت بھی پیدا ہو جائے گی۔ ان کے اندر مال کے انتظام اور اس میں ترقی دینے، جماعت کی حالت کو سدھارنے اور تعلیم وغیرہ کی قابلیت بھی پیدا ہو جائے گی۔ انہیں مختلف محکموں کے کام کا پتا لگ جائے گا اور ضرورت پڑنے پر وہ اس کام کے کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں گے۔ اگر ہمارے پاس اس قسم کے مبلغ تیار ہو جائیں تو جب تک ہم کوئی نیا مشن نہیں کھولتے ہم ان سے دوسرے محکموں میں کام لے سکتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ ہم انہیں امور عامہ، زراعت، تجارت یا کسی اور محکمہ میں نائب ناظر لگا دیں یا نائب ناظر نہیں تو سپرنٹنڈنٹ ہی لگا دیں اور وقت پر وکالت اور نظارت ان کے سپرد کر دیں۔ اس سے ہمارا خرچ بہت حد تک کم ہو جائے گا۔ ایک شخص جس نے زراعت کے محکمہ میں کام کیا ہو وہ اگر کسی ایسے ملک میں بھیجا جاتا ہے جہاں لوگوں کا زیادہ تر گزارہ زراعت پر ہے۔ تو وہ بوجہ اپنے تجربہ کے تبلیغ کے علاوہ جماعت کی زرعی حالت کو بھی درست کرے گا۔ بہت سے ممالک ایسے ہیں جو زراعت، صنعت اور تجارت میں ابھی پاکستان سے بہت پیچھے ہیں۔ یورپ اور امریکہ تو بہت آگے جا چکے ہیں۔ لیکن ایشیا اور افریقہ میں بہت سے ایسے ممالک ہیں جن کی حالت پاکستان کی نسبت بہت خراب ہے۔ اگر ہمارے مبلغ اس قسم کے کام سیکھ کر وہاں جائیں تو دوسرے ممالک میں جا کر نہ صرف وہ جماعت کے لئے مفید وجود ثابت ہوں گے بلکہ گورنمنٹ کی نظر میں بھی اور پبلک کی نظر میں بھی وہ ملک کے لئے مفید ہوں گے۔ اور وہ سمجھے گی کہ یہ لوگ صرف مولوی نہیں بلکہ ایک زمیندار، صناع اور تاجر بھی ہیں۔ اور اگر یہ طریق اختیار کر لیا جائے کہ فارغ وقت میں مبلغین کو کسی اَور کام پر لگا دیا جائے تو یہ خطرہ نہیں ہوگا کہ زیادہ آدمیوں کو کہاں لگائیں۔ پھر یہ بھی کیا جا سکتا ہے کہ مبلغین کو بی۔ اے کرا کے جرنلسٹ یا استاد بنا دیا جائے۔ لیکن صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کی اس طرف توجہ نہیں۔

پھر میں نے بارہا اس طرف توجہ دلائی ہے کہ مبلغین کو طب سکھائی جائے۔ اگر ایسا انتظام کیا جائے تو بہت تھوڑی سی توجہ سے وہ طبیب بن جائیں گے۔ ہماری طب کے ایسے اصول ہیں کہ انسان ذاتی مطالعہ کی وجہ سے اس میں ترقی کر سکتا ہے۔ انگریزی طب کے ایسے اصول نہیں ان میں سرجری کا کام زیادہ ہوتا ہے۔ اور پھر افعال اور اعضاء کے مختلف نتائج کو کیمیاوی طور پر یا خوردبین اور ایکسرے کے ذریعہ دیکھنا ہوتا ہے جن کو ذاتی مطالعہ سے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

غرض انگریزی طب کو ایسے کاموں سے وابستہ کر دیا گیا ہے کہ اس کے سیکھنے کے لئے کالج میں داخل ہونے کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن ہماری طب ایسی ہے کہ اگر پرائیوٹ طور پر مطالعہ کیا جائے تو ذہین اور سمجھدار آدمی اس میں انتہائی ترقی کر سکتا ہے۔ ایک کمپونڈر اعلیٰ درجہ کا ڈاکٹر نہیں بن سکتا لیکن ایک معمولی طبیب ذاتی مطالعہ سے اعلیٰ درجہ کا طبیب بن سکتا ہے۔ کیونکہ اس میں تدبیر اور فکر سے ترقی کی جاسکتی ہے اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ہماری طب کی بنیاد کلیات پر ہے۔ لیکن انگریزی طب کی بنیاد جزئیات پر ہے۔ اس لئے اس میں فلسفہ کم ہوتا ہے اور آلات اور عملی تدابیر زیادہ ہوتی ہیں اس لئے اس میں درسی تعلیم کا دخل زیادہ ہے۔ لیکن طبِ یونانی کی بنیاد فلسفہ پر ہے۔ پس جو شخص سوچنے کا عادی ہوگا وہ طب میں بہت آگے نکل جائے گا۔

میں نے کئی دفعہ سمجھایا ہے کہ مبلغین کو طب سکھاؤ لیکن اس طرف کوئی توجہ نہیں کی گئی ابھی تک دنیا میں کئی ایسے علاقے ہیں جہاں کوئی طبیب نہیں ملتا۔ اگر ہمارے مبلغ طبیب بھی ہوں تو وہ اس قسم کے علاقوں میں بہت اچھا کام کر سکتے ہیں۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ طلباء اور دفتر کے عملہ پر انگریزی طب نے اس قسم کا تسلط کیا ہوا ہے کہ وہ ادھر جاتے ہی نہیں۔ روزانہ تجربہ میں یہ بات آتی ہے کہ بعض جگہوں پر ڈاکٹر فیل ہو جاتا ہے لیکن یونانی طبیب کامیاب ہو جاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسے حصے جن سے جزئیات کا زیادہ تعلق ہوتا ہے ان میں انگریزی طب زیادہ کامیاب ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کی بنیاد جزئیات پر ہے۔ لیکن جب یہ دونوں علم متوازی صورت میں ہیں تو کیا وجہ ہے کہ طب سے فائدہ نہ اٹھایا جائے۔ پھر ہومیو پیتھک ہے، بایو کیمک ہے۔ یہ اَور بھی آسان ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض ممالک میں اس قسم کا قانون بنا دیا گیا ہے کہ جس شخص کے پاس باقاعدہ سند نہ ہو یا اُسے دس سال کا تجربہ نہ ہو، وہ طبابت کا پیشہ اختیار نہیں کر سکتا۔ لیکن اِس وقت بھی بعض ممالک ایسے ہیں جن میں پاکستان جتنے ڈاکٹر بھی نہیں پائے جاتے۔ ایک دفعہ ایک ملک سے ایک دوست نے لکھا کہ مجھے ایک ڈاکٹر بھجوا دیں۔ میں اسے اپنے پاس سے روپیہ خرچ کر کے دکان کھول دوں گا وہ یہاں اپنی پریکٹس کرتا رہے۔ میں نے اسے لکھا کہ کوئی ڈاکٹر اس کام کے لئے تیار نہیں۔ تو اس نے کہا میری مراد سند یافتہ ڈاکٹر سے نہیں بلکہ کمپونڈر سے ہے۔ مجھے کوئی کمپونڈر ہی بھجوا دیں میں اپنے پاس سے خرچ کر کے اس کے لئے دکان کا انتظام کر دوں گا۔

غرض ابھی آدھی دنیا ایسی ہے جس میں ڈاکٹر نہیں۔ امریکہ کی طرف دیکھتے ہوئے پاکستان نے بھی ایسے خواب دیکھنے شروع کر دیئے ہیں کہ طبیبوں پر پابندی لگا دی جائے اور سوائے باقاعدہ سند یافتہ ڈاکٹروں کے کوئی علاج نہ کر سکے۔ لیکن حالت یہ ہے کہ ہمارے ملک کے بعض حصوں میں ابھی دس دس بیس بیس میل تک ڈاکٹر نہیں ملتا۔ اگر ہمارے ملک میں اس قسم کا قانون پاس کر دیا گیا تو ہم امریکہ کی نظر میں مہذب تو بن جائیں گے لیکن ہمارے افراد بیماری اور مصیبت کا شکار ہو جائیں گے اور ایسے علاقوں کے رہنے والے لوگ علاج کے بغیر ہی مر جائیں گے۔ پاکستان تو ایشیا اور افریقہ کے کئی ممالک کے مقابلہ میں ترقی یافتہ ہے۔ وہ ممالک اس سے بہت پیچھے ہیں اور ان میں ڈاکٹروں کا نام ونشان بھی نہیں۔ اگر مبلغین کو طب پڑھائی جائے تو اس قسم کے علاقوں میں وہ بہت مفید کام کر سکتے ہیں۔

بہرحال اگر طلباء کو صحیح طور پر استعمال کیا جائے تو ایسے طریق موجود ہیں جن کے ذریعہ انہیں مفید وجود بنایا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ عملہ ایسا کرنے کے لئے تیار ہو۔ اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے اس قسم کے اخراجات کم نہیں کئے جا سکتے۔ یہ بہرحال ہر سال بڑھتے جائیں گے۔ میں نے دونوں انجمنوں صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کو ہدایت دی ہے کہ وہ مبلغین کی تعداد زیادہ نہ کریں بلکہ جو پہلے مبلغ ہیں ان کو زیادہ سہولتیں پہنچائیں۔ انہیں اخراجات زیادہ دیں تا وہ اپنے علاقہ میں دورے کر سکیں اور تبلیغ کے کام کو منظّم کر سکیں۔ یہ نہ ہو کہ ایک مبلغ کو کسی علاقے میں بھیج دیا گیا ہو لیکن اس کے پاس اتنے اخراجات بھی نہ ہوں کہ وہ دس میل کا سفر کر سکے۔ اگر ایک آدمی کو بھی پورا سامان بہم پہنچایا جائے۔ تو وہ دس مبلغوں جتنا کام کر سکتا ہے۔

پھر مبلغین کی ٹریننگ کی طرف بھی توجہ ہونی چاہیے۔ اِس وقت یہ حالت ہے کہ نئے مبلغین کو کچھ حوالے سکھا کر کسی علاقہ میں بھیج دیا جاتا ہے۔ حالانکہ صرف حوالوں سے کامیابی نہیں ہو سکتی۔ تبلیغ میں نفسیات سے واقفیت کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول کریم ﷺ کے پاس جب مکہ کا سفیر آیا تو آپ نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ اپنی سب قربانیاں باہر نکال کر صفوں میں کھڑی کر دو[2] آپ انسانی کیریکٹر کو پہنچانتے تھے اور اسے سمجھنے کی کوشش کرتے تھے۔ آپ نے سمجھا اسے زیادہ تبلیغ کی ضرورت نہیں۔ یہ پُرانی طرز کا مذہبی آدمی ہے۔ اس کے نزدیک جو شخص

خانہ کعبہ میں آ کر قربانی کرے وہ بڑا نیک آدمی ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں بھی یہی ہوتا ہے بعض لوگوں کے نزدیک اگر کوئی شخص جمعرات کی روٹی کسی ملّا کو دے دیا کرے یا فاتحہ خوانی کروا دیا کرے تو وہ اچھا سمجھا جائے گا۔ چاہے وہ اور کوئی نیک کام نہ کرے۔ پھر بعض لوگ ایسے ملیں گے جو حج کو بہت اچھا عمل سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی حج کر آئے تو وہ سمجھیں گے یہ بہت اچھا آدمی ہے۔ بعض طبائع تسبیح کو اچھا سمجھتی ہیں۔ تم اپنے ہاتھ میں ایک تسبیح پکڑ لو تو وہ تمہارے متعلق کوئی بُرا خیال دل میں نہیں لائیں گے۔ رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اس شخص پر قربانی کا بہت اثر ہے اس لئے آپ نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ سب قربانیاں باہر نکال کر صفوں میں کھڑی کر دی جائیں۔ جب وہ شخص آیا اور اس نے قربانی کے جانوروں کو دیکھا تو بہت متاثر ہوا۔ اور اس نے اہلِ مکہ کو جا کر کہا میں نے مسلمانوں کو جا کر دیکھا ہے وہ بے شمار جانور اپنے ساتھ لائے ہیں تا کہ یہاں آ کر قربانی کریں۔ اگر تم نے انہیں کچھ کہا تو تم تباہ ہو جاؤ گے۔ اس سے رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے متعلق مشرکین مکّہ کے دلوں میں جو بُغض تھا وہ کم ہو گیا۔

اِسی طرح تبلیغ میں بھی صرف حوالوں کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ مبلغ کو لوگوں کے حالات کا مطالعہ کر کے انکے مطابق تبلیغی کام سرانجام دینا چاہیے۔ مگر ہمارے ہاں بھیڑ چال سی پائی جاتی ہے۔ نفسیات کے ماہرین نے تجربہ کیا ہے کہ بھیڑیں ایک دوسرے کی نقل کرتی ہیں۔ انہوں نے ایک گلّہ بھیڑوں کا لیا اور ایک جگہ پر ایک رسّی باندھ دی۔ اور ان بھیڑوں کو پیچھے سے دھکیلا اور اس رسّی پر سے گزارنا چاہا۔ جب پہلی بھیڑ رسّی کے پاس پہنچی تو وہ رسّی دیکھ کر اُس پر سے کُود گئی۔ پھر دوسری آئی وہ بھی کُود گئی۔ پھر انہوں نے رسّی اُتار دی۔ لیکن گلّہ کی پانچ چھ سو بھیڑیں باری باری اُس جگہ پہنچ کر کُودتیں۔ گویا ان کے آگے رسّی بندھی ہوئی ہے۔ حالانکہ وہاں رسّی نہیں تھی۔ صرف پہلی بھیڑ کی نقل میں دوسری بھیڑیں باری باری اُس جگہ سے کُود رہی تھیں۔ یہیں سے بھیڑ چال کا محاورہ بن گیا ہے۔ اگر کسی جماعت میں اِس قسم کی بھیڑ چال پیدا ہو جائے تو وہ تباہ ہو جاتی ہے۔ ہمارے ہاں بھی بھیڑ چال پائی جاتی ہے۔ ذمہ دار کارکن سوچتے نہیں۔ وہ غور و فکر نہیں کرتے اور نہ کوئی نیا مسئلہ نکالتے ہیں۔ وہ صرف پہلوں کی نقل کرتے چلے جاتے ہیں۔ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ زمانہ کے حالات متغیر ہو چکے ہیں، زمانہ بدل گیا ہے، تمدن پہلے کی نسبت ترقی کر چکا ہے۔ اب

ہمیں بدلے ہوئے حالات کے مطابق چلنا چاہیے۔ یہ سب باتیں ٹریننگ سے آسکتی ہیں۔ جب کوئی نوجوان مبلغین کلاس پاس کر کے کالج سے نکلتا ہے تو اُسے سمجھایا جائے کہ اس نے تبلیغ کے سلسلہ میں کس طرح مختلف رستے پالئے ہیں۔ پس مرکز والوں کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے اندر ایک تبدیلی پیدا کریں اور جماعت کو بھی چاہیے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو سمجھے اوراس کے مطابق حرکت کرے۔

اب بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں۔ وعدوں کی میعاد ختم ہونیوالی ہے۔ان چند دنوں کے گزر جانے کے بعد جماعت کے لوگ شرمندہ ہوں گے کہ ان کی مالی قربانی گزشتہ سال سے کمزور رہی۔ جماعت بہر حال گزشتہ سال سے بڑھی ہے۔ اِس کے کئی نوجوان جو پہلے ملازم نہیں تھے اس سال ملازم ہوئے ہیں یا کئی نوجوان جو پہلے بیکار تھے اِس سال انہوں نے کوئی نہ کوئی کام شروع کیا ہے۔اوراس طرح چندوں کی مقدار بڑھنی بھی ضروری ہے۔اگر جماعت میں نئے داخل ہونے والوں کو لیا جائے، جماعت کے ایسے نوجوانوں کو لیا جائے۔ جو پہلے ملازم نہیں تھے اس سال ملازم ہوئے ہیں یا پہلے بیکار تھے اب انہیں روزگار مل گیا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ جماعت کے چندہ میں زیادتی نہ ہو۔

پس میں ایک دفعہ پھر جماعت کے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ ہر جماعت جلد سے جلد وعدوں کی فہرست مکمل کر کے دفتر میں بھجوائے۔ یہ یاد رہے کہ وعدوں میں کچھ نہ کچھ زیادتی ضرور ہونی چاہیے تا کہ جماعت کا قدم آگے بڑھے، پیچھے نہ ہٹے۔ یہ فہرستیں جلد سے جلد مرکز میں بھجوائی جائیں تا وہ اپنا ریکارڈ مکمل کرسکیں اور آئندہ سال کا بجٹ بنانے میں جو دِقّت پیش آرہی ہے وہ دُور ہو جائے۔"

(الفضل 3 فروری 1955ء)

1: **ڈھاک کے تین پات** (کہاوت) بے نتیجہ، لاحاصل، بے حقیقت
(اُردو لغت تاریخی اُصول پر جلد 10 صفحہ 211۔کراچی جنوری 1990ء)

2: سیرت ابن ہشام۔جلد 3 صفحہ 326۔زیرعنوان امر الحدیبة فی آخر سنة ستّ و ذکر